بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆☆☆............فہمِ ماہِ رجب............☆☆☆

............**رجب کا مہینہ**............اسلامی سال کے مہینوں میں ایک خاص مہینہ ”**رجب المرجب**“ بھی ہے، اس مہینے کی سب سے پہلی خصوصیت اس مہینے کا ”**اشہرِ حرم**“ [**یعنی: حرمت والے مہینوں**] میں سے ہونا ہے،(”السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ؛ ذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ". صحيح البخاري، الرقم: ٣١٩٧)شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ:”ملتِ ابراہیمی میں یہ چار مہینے ادب واحترام کے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی حرمت کو برقرار رکھا اور مشرکینِ عرب نے جو اس میں تحریف کی تھی اس کی نفی فرمادی“۔(معارف القرآن للکاندھلوی:۳/۴۳۱)

............**رجب کی پہلی رات سے ہی دعا**............رجب شروع ہوتے ہی اس دعا کا معمول بنالینا چاہیے:”**اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبٍ وَشَعْبَانَ وَ بَلِّغْنَا رَمَضَانَ**“۔ (مشکاۃ المصابیح،رقم الحدیث:۱۳۶۹)**ترجمہ**:اے اللہ! ہمارے لئے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرما، اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچادے۔**ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث میں موجود دعا کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ**:”ان مہینوں میں ہماری طاعت وعبادت میں برکت عطا فرما، اور ہماری عمر لمبی کرکے رمضان تک پہنچا، تاکہ رمضان کے اعمال روزہ اور تراویح وغیرہ کی سعادت حاصل کریں“۔(مرقاۃ المفاتیح:۳/۴۱۸) [**سنداً اس دعا والی یہ حدیث شدید ضعیف ہے، اس لیے نسبت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بچا جائے، تاہم بطورِ دعا کے اسے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے**۔]

............**ماہِ رجب میں روزے**............رجب میں روزے رکھنے سے متعلق الگ سے کوئی خاص فضائل منقول نہیں ہیں، حافظ ابن حجرؒ نے ایک کتاب ”تبيين العجب بما ورد في فضل رجب“ لکھی، جسمیں انہوں نے بہت سی ان احادیث کو جمع کرکے ان کی اسنادی حیثیت کو واضح کیا جو فضائلِ رجب سے متعلق نہایت ضعیف یا موضوع تھیں، پھر انہوں نے فرمایا کہ: ماہِ رجب میں خاص رجب کی وجہ سے کسی روزے کی مخصوص فضیلت صحیح احادیث سے ثابت نہیں ہے۔(مقدمہ،ص:۱۱)

البتہ روزہ خود ایک نیک عمل ہے اور پھر رجب کا ”**اشہرِ حرم**“ میں سے ہونا، تو یہ دونوں مل کے عام دنوں سے زائد حصول اجر کا باعث بن جاتے ہیں، لہٰذا اس مہینے میں کسی بھی دن کسی خاص متعین اجر کے اعتقاد کے بغیر روزہ رکھنا یقیناً مستحب اور حصولِ خیر کا ذریعہ ہوگا، مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ نے (امداد الفتاویٰ:۲/۸۵ میں) ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:”............دوسری حیثیت رجب میں صرف ”شہرِ حرام“ ہونے کی ہے، جو اس [رجب] میں اور بقیہ اشہرِ حُرم میں مشترک ہے، پہلی حیثیت سے قطع نظر صرف اس دوسری حیثیت سے اس میں روزہ رکھنے کو مندوب فرمایا گیا“۔

چنانچہ کسی دن کو خاص کرکے روزہ رکھنے اور اس کے بارے میں عجیب وغریب فضائل بیان کرنے کی مثال 27/رجب کا روزہ ہے، جو عوام الناس میں ”**ہزاری روزہ**“ کے نام سے مشہور ہے۔(اس پر تفصیلی کلام آگے آرہا ہے)

............**ماہِ رجب کی بدعات**............اسلام سے قبل ہی سے ماہِ رجب میں بہت سی رسومات اور منکرات رائج تھیں جن کو اسلام نے یکسر ختم کرکے رکھ دیا،☆ان میں رجب کے مہینے میں قربانی کا اہتمام، جس کو حدیث شریف کی اصطلاح میں ”**عتیرہ**“ کے نام سے واضح کیا گیا ہے،☆اسی مہینے میں زکاۃ کی ادائیگی کو ضروری سمجھنا، اور پھر موجودہ زمانے میں ان کے علاوہ ☆بی بی فاطمہؓ کی کہانی،☆22/رجب کے کونڈوں کی رسم،☆27/رجب کی شب ”جشنِ شبِ معراج“ ☆اور اگلے دن کا روزہ جس کو ”ہزاری روزہ“ کہا جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ سب ایسی رسومات وبدعات ہین جن کا شرع شریف میں کوئی ثبوت نہیں ہے، ذیل میں 27/رجب سے متعلق ہونے والی منکرات اور ہزاری روزے سے متعلق کچھ عرض کیا جائے گا۔

............**27رجب/شبِ معراج**............رجب کی ستائیسویں شب میں موجودہ زمانے میں طرح طرح کی خرافات پائی جاتی ہیں، اس رات حلوہ پکانا، رنگین جھنڈیاں، آتش بازی اور مٹی کے چراغوں کو جلاکے گھروں کے درودیوار پر رکھنا وغیرہ وغیرہ، جن کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر تو ان کو عبادت اور ثواب سمجھ کے کیا جاتا ہے تو یہ بدعت کہلائیں گی کیونکہ نہ تو ان سب اُمور کو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس کیا، نہ ان کے کرنے کا حکم کیا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کیا، اور نہ ہی کرنے کا حکم کیا۔ اور اگر ان اُمور کو عبادت سمجھ کے نہیں کیا جاتا بلکہ بطورِ رسم کیا جاتا ہے تو ان میں فضول خرچی، اِسراف اور آتش بازی کی صورت میں جانی نقصان کا خدشہ، سب اُمور شرعاً حرام ہیں۔

اِن تمام اُمور کو اِس بنیاد پر سرانجام دیا جاتا ہے کہ ۲۷ویں رجب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفرِ معراج کروایا گیا، عوام کے اِس رات میں اِس اہتمام سے پتہ

چلتا ہے کہ رجب کی ستائیسویں شب کو ہی حتمی اور قطعی طور پر شبِ معراج ہوئی، حالانکہ آپ ﷺ کو سفرِ معراج کب کروایا گیا؟ اِس بارے میں تاریخ، مہینے بلکہ سال میں بھی بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے، جسکی بناء پر ستائیسویں شب کو ہی قطعی طور پر شبِ معراج قرار دینا یکسر غلط ہے، اگر چہ مشہور قول یہی ہے۔

دوسری بات! شبِ معراج جس رات یا مہینے میں بھی ہو، اُس رات میں کسی قسم کی بھی متعین عبادت شریعت میں منقول نہیں ہے، یہ الگ بات ہے کہ اِس رات میں سرکارِ دو عالم حضرت محمد ﷺ کو بہت بڑا شرف بخشا گیا، آپ کے ساتھ بڑے اعزاز و اکرام والا معاملہ کیا گیا اور آپ ﷺ کو آسمانوں پر بُلا کے بہت سے ہدیے دئے گئے لیکن امت کے لئے اس بارے میں کسی قسم کی کوئی فضیلت والی بات آپ ﷺ سے منقول نہیں۔

﴿............**شبِ معراج افضل ہے یا شبِ قدر؟**............﴾ علامہ ابن تیمیہؒ سے پوچھا گیا کہ اِن دونوں راتوں (شبِ قدر اور شبِ معراج) میں سے کون سی رات افضل ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نبی اکرم ﷺ کے حق میں لیلۃ المعراج افضل ہے اور امت کے حق میں لیلۃ القدر، اس لئے کہ اِس رات میں جن انعامات سے نبی اکرم ﷺ کو مختص کیا گیا وہ ان (انعامات) سے کہیں بڑھ کے ہیں جو (انعامات آپ ﷺ کو) شبِ قدر میں نصیب ہوئے، اور امت کو جو حصہ (انعامات) شبِ قدر میں نصیب ہوا، وہ اس سے کامل ہے جو (امت کو شبِ معراج میں) حاصل ہوا، اگر چہ امتیوں کے لئے شبِ معراج میں بھی بہت بڑا اعزاز ہے، لیکن اصل فضل، شرف اور اعلیٰ مرتبہ اُس ہستی کے لیے ہے جسکو معراج کروائی گئی، صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مجموع الفتاوی، ۲۵/۱۳۰)

علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے بھی اسی قسم کا ایک لمبا سوال و جواب ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا نقل کیا ہے، اور اس کے بعد لکھا ہے کہ ''اِس جیسے اُمور میں کلام کرنے کے لئے قطعی حقائق کی ضرورت ہوتی ہے اور اِن کا علم ''وحی کے بغیر ممکن نہیں'' اور اِس معاملے میں کسی تعیین کے بارے میں وحی خاموش ہے، لہٰذا بغیر علم کے اِس بارے میں کلام کرنا جائز نہیں ہے''۔ (زاد المعاد، التفاضل بين ليلة القدر و ليلة الإسراء: ١/ ٥٧، ٥٨، مؤسسة الرسالة).

چنانچہ! جب اتنی بات متعین ہوگئی کہ امت کے حق میں شبِ معراج کی کوئی فضیلت منصوص نہیں ہے علاوہ اس بات کے کہ اس رات کا ۲۷/ رجب کو ہی ہونا بھی قطعی نہیں ہے تو اِس رات کو یا اِس کے دن کو کسی عبادت کے لئے جداگانہ طور پر متعین کرنا کسی طرح درست نہیں ہے، اب ذیل میں شبِ معراج کے وقتِ وقوع کے بارے میں جمہور علماء کی تحقیق پیش کی جائے گی۔

﴿............**واقعہ معراج کب پیش آیا**............﴾ علماءِ سِیَر کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ ﷺ کو معراج کب کروائی گئی، اس بارے میں (یعنی جس سال میں معراج کروائی گئی) عموماً دس اقوال ملتے ہیں: اکثر علماء کے نزدیک اتنی بات تو متعین ہے کہ واقعہ معراج ''بعثت'' کے بعد پیش آیا، البتہ بعثت کے بعد کے زمانے میں اختلاف ہے، چنانچہ ① ابن سعدؒ کا قول ہے کہ معراج ہجرت سے ایک سال قبل کروائی گئی۔ ② ابن جوزیؒ کا قول ہے کہ معراج ہجرت سے آٹھ ماہ قبل ہوئی۔ ③ ابوالربیع بن سالمؒ کا کہنا ہے کہ ہجرت سے چھ ماہ قبل ہوئی۔ ④ ابراہیم الحربیؒ کا کہنا ہے کہ ہجرت سے گیارہ ماہ قبل ہوئی۔ ⑤ ابن عبدالبرؒ کی رائے ہجرت سے ایک سال اور دو ماہ قبل کی ہے۔ ⑥ ابن فارسؒ کی رائے ہجرت سے ایک سال اور تین ماہ قبل کی ہے۔ ⑦ سدّی نے ہجرت سے ایک سال اور پانچ ماہ قبل کا قول نقل کیا ہے۔ ⑧ ابن الأثیرؒ نے ہجرت سے تین سال قبل کا قول اختیار کیا ہے۔ ⑨ زہریؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ واقعہ معراج ہجرت سے پانچ سال قبل پیش آیا۔ ⑩ ایک قول بعثت سے پہلے وقوعِ معراج کا بھی ہے لیکن یہ قول شاذ ہے، اس کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ **اِن اقوال میں سے سب سے زیادہ مشہور قول جس کو ترجیح دی گئی ہے وہ ہجرت سے ایک سال قبل کا ہے۔** (فتح الباری: ۷/۲۵۴، سبل الہدیٰ والرشاد: ۳/۶۵)

﴿............**معراج کس مہینے میں ہوئی؟**............﴾ وقوعِ معراج کے سال میں اختلاف کی طرح مہینے کی تعیین میں بھی اختلاف ہے کہ واقعہِ معراج کس مہینے میں پیش آیا، اس بارے میں بعض جگہ پانچ یا چھ مہینوں (ربیع الاول، ربیع الآخر، شوال، ذوالحجہ اور رجب) کا ذکر ملتا ہے، علامہ عبدالغنی بن سرور المقدسیؒ نے رجب کے مہینے کو ترجیح دی ہے، یہی قول مشہور بھی ہے۔ (شرح المواہب للزرقانی: ۲/۷۰)

﴿............**معراج کس رات ہوئی؟**............﴾ علامہ زرقانیؒ نے لکھا ہے کہ اس بارے میں تین اقوال مشہور ہیں: **پہلا قول شب جمعہ کا، دوسرا قول** ہفتہ کی رات اور **تیسرا قول پیر کی رات کا ہے۔**

چنانچہ! معراج کی تاریخ میں سخت اختلاف کی وجہ سے اس رات کی تعیین میں حتمی قول اختیار کرنا آسان نہیں ہے۔(سُبُل الہدیٰ والرشاد:۳/۶۵)

تعیینِ شبِ معراج میں اتنا اختلاف کیوں؟ علماءِ سیر نے خوب تحقیق کے بعد اُن صحابہ کی تعداد اور نام لکھے ہیں، جنہوں نے قصہ معراج کو نقل کیا، کسی نے مختصر اور کسی نے تفصیل سے، چنانچہ علامہ قسطلانیؒ نے (المواہب اللدنیہ:۲/۳۴۵، میں) چھبیس صحابہ کے نام شمار کیے ہیں، اور علامہ زرقانیؒ نے اس کتاب کی شرح میں ان ناموں میں اضافہ کرتے ہوئے پینتالیس کی تعداد ذکر کی ہے، (شرح المواہب:۲/۷۱)۔اس تفصیل کے بعد قابلِ غور بات یہ ہے کہ اس قصے کی تفصیل بیان کرنے والے اصحابِ رسول کی اتنی بڑی تعداد ہے اور اس کے باوجود جس رات میں یہ واقعہ پیش آیا اس رات کی حتمی تاریخ کسی نے بھی نقل نہیں کی، آخر کیوں؟ کتبِ سیر میں غور کرنے کے بعد سوائے اس کے، کوئی اور بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر چہ اِس رات میں اتنا بڑا واقعہ پیش آیا لیکن اس کی بنا پر اس رات کو کسی مخصوص عبادت کے لئے متعین کرنا نہ تو کسی کو سُوجھا، اور نہ ہی زبانِ نبوت سے اس بارے میں کوئی حکم صادر ہوا، اور نہ ہی اس رات کی اس طرح سے تعظیم کسی صحابیِ رسول کے ذہن میں پیدا ہوئی، لیکن اس کے باوجود یہ سوال پھر بھی باقی رہتا ہے کہ اگر چہ اس سے کوئی حکمِ شرعی وابستہ نہیں تھا تاہم بمقتضائے محبت ہی اس طرف توجہ کی جاتی، جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدوخال اور نقش ونگار کو بھی بمقتضائے محبت ضبط کرنے کا اہتمام کیا گیا تو آخر اس شب سے اس قدر بے اعتنائی کی کیا وجہ؟ تو اس سوال کے جواب میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ فرماتے ہیں: ''کہ اس شب میں خرافات وبدعات کی بھرمار کا شدید خطرہ تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سدّ باب کی غرض سے اس کو مبہم رکھنا ہی ضروری سمجھا''۔(سات مسائل،ص:۱۶،دارالافتاءوالارشاد،کراچی)۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا کسی بھی درجے میں یہ بات سوچی جاسکتی ہے کہ العیاذ باللہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت نہ تھی، یا اُن کو اس رات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے والے اتنے بڑے اعزاز کی خوشی نہیں ہوئی، ہرگز نہیں! اُن سے بڑا عاشقِ رسول کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا، لیکن اُن کا عشق؛ حقیقی تھا، جس کی بنا پر اُن سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو ہی نہیں سکتا تھا، جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی منشأ کے خلاف ہوتا، وہ تو خیر کے کاموں کی طرف بہت تیزی سے لپکنے والے تھے، لہذا اگر اس رات میں کوئی مخصوص عبادت ہوتی تو وہ ضرور اسے سرانجام دیتے اور اسے امت تک بھی پہنچاتے، لیکن ایسا کوئی بھی اقدام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تاریخ میں نہیں ملتا، تو جب کوئی خیر کا کام ان کو نہیں سُوجھا تو وہ ''خیر'' ہو ہی نہیں سکتا، بلکہ وہ بدعت ہوگا، جیسا کہ علامہ شاطبیؒ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے:''كل عبادة لم يتعبدها أصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فلا تعبدوها''(الاعتصام للشاطبیؒ،۱/۴۱۱،دارالمعرفة) **ترجمہ:**''ہر وہ عبادت جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں کیا، سو تم بھی اسے مت کرو''۔

بدعت کی پہچان کے لیے معیار تفسیر ابن کثیر میں مذکور ہے کہ علماءِ اہلِ سنت والجماعت یہ فرماتے ہیں کہ (عبادت کی لائن کا وہ فعل) جو حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو تو اس کا کرنا بدعت ہے کیونکہ اگر وہ اچھا کام ہوتا تو ضرور حضراتِ صحابہ رضی اللہ علیہم ہم سے پہلے اُس کام کو کرتے، اِس لئے کہ انہوں نے کسی نیک اور عمدہ خصلت کو تشنۂ عمل نہیں چھوڑا بلکہ وہ ہر (نیک) کام میں سبقت لے گئے''۔

اصلاحی خطبات[۱/۵۱] سے ایک اقتباس حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہ فرماتے ہیں کہ:''۲۷/رجب کی شب کے بارے میں یہ مشہور ہوگیا ہے کہ یہ شبِ معراج ہے، اور اس شب کو بھی اسی طرح گذارنا چاہیئے جس طرح شب قدر گذاری جاتی ہے اور جو فضیلت شب قدر کی ہے، کم وبیش شب معراج کی بھی وہی فضیلت سمجھی جاتی ہے، بلکہ میں نے تو ایک جگہ یہ لکھا ہوا دیکھا کہ ''شبِ معراج کی فضیلت شبِ قدر سے بھی زیادہ ہے'' اور پھر اس رات میں لوگوں نے نمازوں کے بھی خاص خاص طریقے مشہور کردیئے کہ اس رات میں اتنی رکعات پڑھی جائیں اور ہر رکعت میں فلاں فلاں سورتیں پڑھی جائیں، خدا جانے کیا کیا تفصیلات اس نماز کے بارے میں مشہور ہوگئیں، خوب سمجھ لیجئے: یہ سب بے اصل باتیں ہیں، شریعت میں ان کی کوئی اصل اور کوئی بنیاد نہیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ 27/رجب کے بارے میں یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ وہی رات ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تھے، کیونکہ اس باب میں مختلف روایتیں ہیں، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاول کے مہینے میں تشریف لے گئے تھے، بعض

روایتوں میں رجب کا ذکر ہے اور بعض روایتوں میں کوئی اور مہینہ بیان کیا گیا ہے، اس لئے پورے یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ کون سی رات صحیح معنوں میں معراج کی رات تھی، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تھے اس سے آپ خود اندازہ کر لیں کہ اگر شب معراج بھی شب قدر کی طرح کوئی مخصوص رات ہوتی، اور اس کے بارے میں کوئی خاص احکام ہوتے جس طرح شب قدر کے بارے میں ہیں تو اس کی تاریخ اور مہینہ محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا جاتا، لیکن چونکہ شب معراج کی تاریخ محفوظ نہیں تو اب یقینی طور سے ۲۷/ رجب کو شب معراج قرار دینا درست نہیں اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۷/ رجب کو ہی معراج کے لئے تشرف لے گئے تھے، جس میں یہ عظیم الشان واقعہ پیش آیا اور جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مقام قرب عطا فرمایا اور اپنی بارگاہ میں حاضری کا شرف بخشا، اور امت کے لئے نمازوں کا تحفہ بھیجا تو بے شک وہی ایک رات بڑی فضیلت والی تھی، کسی مسلمان کو اس کی فضیلت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟ لیکن یہ فضیلت ہر سال آنے والی ۲۷/ رجب کی شب کو حاصل نہیں۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ (بعض روایات کے مطابق) یہ واقعہ معراج سن ۵/ نبوی میں پیش آیا، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی بننے کے پانچویں سال یہ شب معراج پیش آئی، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد ۱۸/ سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کے بارے میں کوئی خاص حکم دیا ہو، یا اس کو منانے کا حکم دیا ہو، یا اس کو منانے کا اہتمام فرمایا ہو، یا اس کے بارے میں یہ فرمایا ہو کہ اس رات میں شب قدر کی طرح جاگنا زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے تو یہ آپ کا ایسا کوئی ارشاد ثابت ہے، اور نہ آپ کے زمانے میں اس رات میں جاگنے کا اہتمام ثابت ہے، نہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم جاگے اور نہ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی تاکید فرمائی اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے طور پر اس کا اہتمام فرمایا۔

پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد تقریباً سو سال تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دنیا میں موجود رہے، اس پوری صدی میں کوئی ایک واقعہ ثابت نہیں ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ۲۷/ رجب کو خاص اہتمام کر کے منایا ہو، لہذا جو چیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی اور جو چیز آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں کی، اس کو دین کا حصہ قرار دینا، یا اس کو سنت قرار دینا یا اس کے ساتھ سنت جیسا معاملہ کرنا بدعت ہے، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں (العیاذ باللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ جانتا ہوں کہ کونسی رات زیادہ فضیلت والی ہے، یا کوئی شخص یہ کہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ مجھے عبادت کا ذوق ہے، اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ عمل نہیں کیا تو میں اس کو کروں گا تو اس کے برابر کوئی احمق نہیں'' (اصلاحی خطبات: ۱/۴۸-۵۱)

''حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ دین کو سب سے زیادہ جاننے والے، دین کو خوب سمجھنے والے، اور دین پر مکمل طور پر عمل کرنے والے تھے، اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں ان سے زیادہ دین کو جانتا ہوں، یا ان سے زیادہ دین کا ذوق رکھنے والا ہوں، یا ان سے زیادہ عبادت گذار ہوں تو حقیقت میں وہ شخص پاگل ہے، وہ دین کی فہم نہیں رکھتا۔ لہذا اس رات میں عبادت کے لئے خاص اہتمام کرنا بدعت ہے، یوں تو ہر رات میں اللہ تعالیٰ جس عبادت کی توفیق دے دیں وہ بہتر ہی بہتر ہے، لہذا ۲۷/ رجب کی رات بھی جاگ لیں، لیکن اس رات میں اور دوسری راتوں میں کوئی فرق اور نمایاں امتیاز نہیں ہونا چاہئے۔''

ہزاری روزہ ...... عوام الناس میں 27 / رجب کو روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت مشہور ہے، حتی کہ اس بارے میں یہ مشہور ہے کہ اس ایک دن کے روزے کا اجر ایک ہزار روزے کے اجر کے برابر ہے، جس کی بنا پر اسے **''ہزاری روزے''** کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے، حالانکہ شریعت میں اس روزے کی مذکورہ فضیلت صحیح روایات سے ثابت نہیں ہے، اس بارے میں اکثر روایات موضوع ہیں اور بعض روایات جو موضوع تو نہیں لیکن شدید ضعیف ہیں، جس کی بنا پر اس دن کے روزے کے سنت ہونے کے اعتقاد یا اس دن روزے پر زیادہ ثواب ملنے کے اعتقاد پر روزہ رکھنا جائز نہیں ہے، اس بارے میں اکابرین علماء امت نے امت کے ایمان و اعمال کی حفاظت کی خاطر راہنمائی کرتے ہوئے فتاوی صادر فرمائے، ان کے حوالے ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں: (فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۱۴۸)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳/۲۸۱)، (فتاویٰ دار العلوم دیوبند مکمل و مدلل: ۶/۴۰۶)، (فتاویٰ رحیمیہ: ۷/۲۷۴)، (بہشتی زیور: ۶/۶۰)، (عمدۃ الفقہ: ۳/۱۹۵)

خلاصہ کلام ...... مندرجہ بالا تفصیل سے 27 / رجب کے روزے کی بے سند و بے بنیاد مشہور ہو جانے والی فضیلت کی حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے، کہ اس دن کو خاص فضیلت والا دن سمجھ کر یا خاص عقیدت کے ساتھ مخصوص ثواب کے اعتقاد سے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے، جس سے بچنا ضروری ہے۔

اللہ رب العزت محض اپنے فضل و کرم سے صحیح نہج پر اپنے احکامات پر عمل پیرا ہونے کی اور ان کو اوروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔